OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

Al-Qamar, Volume 5, Issue 4 (October-December 2022)

شرحِ حدیث میں مسائلِ فقہیہ کے استنباط واستخراج کی روایت: مولانا سہارن پوری کی بذل المجہود کا تجزیاتی مطالعہ

Tradition of Inference and Derivation of Jurisprudential Issues during Interpretation of *Ḥadīth*: An Analytical Study of *Mawlānā Sahāranpūrī's Badhl al-Majhūd*

Dr Muhammad Haroon
Lecturer, Govt. Associate College 75 SB, Sargodha
Dr. Hafiz Muhammad Abrar Awan
PhD Islamic Studies, Sheikh Zayed Islamic Center, Punjab University, Lahore
Abdullah
Doctoral Candidate, Faculty of Usuluddin, Department of Dawah and Islamic Culture, International Islamic University, Islamabad

Abstract

The cult of *ḥadīth* commentators used to remain curious in the style of ḥadīth for seeking precision. While interpreting the *ḥadīth*, the interrelated and intra-related discourses used to be mentioned often briefly and sometimes concisely depending on the circumstance and situation. Consequently, the styles of commenting *ḥadīth* mutually differ. During the explanatory notes in his book, it seems that *Maulānā Sahāranpurī* renders the arguments about his perception and cult in detail. At the time of presenting his opponents' arguments, excessive detail is not his primary concern and objective. So, same method has not been served at each turn, rather, different methods relating to jurisprudential schools of thought has been adopted. According to the writer, the purpose of *Sahāranpurī* is to make the reader realized about whatsoever issues and solutions derived by a jurist from the particular *ḥadīth*, the scholastical

arguments and opponents' argumentative answers. The foremost significant matter according to sufficient literary discourse, has been mentioned prior where it seemed appropriate. That is the reason, the jurisprudential precedent at some places, has been given even before the argument. Although the jurists mention such arguments at the end, as is the style of Imam *Ṭaḥāwī*. At some places, arguments has been presented by him prior to the conceptual discourse. Anyhow, beyond all of the above styles of *Sahāranpurī*, any sign of prejudice and aggression is not seemed in his pervasive and seminal work, as that seems in the commentaries of some commentators.

Key Words: Issue, Jurisprudence, Interpretation, Derivation *Mawlānā Sahāranpurī*

تمہید

اللہ کی شریعت ہمارے پاس قرآن اور سنت رسول ﷺ کی شکل میں آئی ہے۔ اللہ کی اس شریعت کو جب انسان اپنے روز مرہ معاملات پر منطبق کرے گا تو اس کو اپنی پوری زندگی، انفرادی اور اجتماعی، ہر اعتبار سے شریعت کے مطابق استوار کرنا ہو گی ۔اس کے لیے قرآن پاک کی ہدایات اور حدیث رسول ﷺ کی تعلیمات سے جزوی احکام و مسائل دریافت کرنے پڑیں گے ۔شریعت کے ہر ہر حکم پر غور کرکے جزوی احکام کو مرتب کرنا پڑے گا اس کے لیے روز مرہ کے معاملات پر احکام شریعت کا اطلاق اسی وقت ممکن ہو سکے گا جب اس کام کا بیڑا اٹھانے والا گہری فہم و بصیرت سے کام لے گا۔ اب چاہے تو وہ خود اس فہم و بصیرت کی صلاحیت حاصل کرکے اس سے کام لے یا بصورت دیگر ان اہل علم کی فہم و بصیرت پر اعتماد کرے جن کو مطلوبہ علمی صلاحیت ہو۔ لہذا ہر وہ فرد جو شریعت کے مطابق زندگی گزارنا چاہتا ہے وہ یہی طریقہ کار اختیار کرنے پر مجبور ہے۔ اسی عمل اور طریقہ کار کا نام فقہ ہے۔ قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ کی نصوص کو روز مرہ پیش آنے والے واقعات اور حقائق پر منطبق کرنا اور ان کے تفصیلی احکام کو مرتب کرنا اور مرتب کرکے ان کے مطابق زندگی کو سنوارنا، اس پورے عمل کا نام فقہ ہے۔ یہ عمل ایک لمحے کے لیے بھی قرآن مجید اور سنت سے الگ نہیں کی جا سکتا، قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ اس پورے عمل کی روح ہیں، اس روح کے ظاہری نتائج یا عملی مظاہرے سے متعلق ہدایات فقہ کی شکل میں ہمارے سامنے آتی ہیں۔ فقہ کی اہمیت کے اظہار کے پیش نظر محدثین نے "سنن" کے نام سے احادیث کے مجموعے تیار کیے تاکہ معلوم ہو سکے کہ فقہ قرآن و سنت ہی کا ملخص ہے، اسی اہمیت کے پیش نظر شارحین حدیث نے بھی کتب احادیث کی شروح میں مسائل فقہیہ پر سیر حاصل بحث کی۔ مولانا سہارنپوری تشریح احادیث کے دوران فقہی مسائل کو بھی قدرے تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں، ائمہ کے درمیان فقہی اختلافات کے اسباب، دلائل اور راجح و مرجوح پر بھی سیر حاصل گفتگو کرتے ہیں۔ فقہائے احناف کے موقف کی تائید میں عقلی و نقلی دلائل پیش کرتے ہیں، اس حوالے سے مختلف مناہج کو سامنے رکھتے ہیں؛ ذیل میں فقہی مسائل کے تذکرے میں انہی مناہج اور اسالیب کو منصہ شہود پر لایا جائے گا۔ مسائل فقہیہ میں مولانا سہارنپوری کے منہج و اسلوب کے تذکرے سے قبل فقہ کے مفہوم کے بارے میں جان لینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

فقہ کا لغوی مفہوم

لغت میں فقہ، انتہائی بصیرت اور گہری فہم کو کہتے ہیں، ابن منظور افریقی لکھتے ہیں: الفقه في الاصل الفهم ،يقال اوتى فلان فقها فى الدين اى فهما منه ،فقه الشئ وفقهة وافقهة : علمه ---ويقال:فقه فلان عنى ما بينت يفقهه[1] "فقہ اصل میں گہری فہم و بصیرت کو کہتے ہیں، جیسا کہ کہا جاتا ہے: فلاں شخص کو دین میں گہری بصیرت دی گئی ہے، اور جیسا کہ کہا جاتا ہے: فلاں شخص میری بات کی گہرائی کو سمجھ گیا"۔ معجم مقاییس اللغۃ میں اس کے معنی اور وضاحت کے ساتھ بیان کے گئے ہیں: (فَقَهَ) الْفَاءُ وَالْقَافُ وَالْهَاءُ أَصْلٌ وَاحِدٌ صَحِيحٌ، يَدُلُّ عَلَى إِدْرَاكِ الشَّيْءِ وَالْعِلْمِ بِهِ. تَقُولُ: فَقِهْتُ الْحَدِيثَ أَفْقَهُهُ. وَكُلُّ عِلْمٍ بِشَيْءٍ فَهُوَ فِقْهٌ [2]"فقہ کا مادہ ف ق ہ آتا ہے کسی چیز کے مکمل ادراک اور واقفیت کا نام ہے، جیسا کہ کہا جاتا ہے: میں نے حدیث کو بصیرت کے ساتھ سمجھ لیا اور ہر شیء کے مکمل علم کو بھی فقہ کہتے ہیں۔" اب تک کی بحث کا خلاصہ یہ ہوا کہ فقہ کا مادہ ف ق ہ آتا ہے جس کے معنی انتہائی فہم و بصیرت کے آتے ہیں۔

فقہ کا اصطلاحی مفہوم

فقہ کی اصطلاحی تعریف مختلف الفاظ سے منقول ہے۔ معجم لغۃ الفقہاء میں اس کی تعریف یوں ذکر کی گئی ہے: ملكة يستطيع بها الانسان إدراك مقاصد الشريعة واستنباط الاحكام العملية من أدلتها التفصيلية [3]" فقہ ایسا ملکہ ہے جس کے ذریعے انسان مقاصد شریعت کا ادراک حاصل کر لیتا ہے اور احکام عملیہ کا تفصیلی دلائل کے ساتھ استنباط بھی"۔ علامہ شوکانی (م1250ھ) نے فقہ کی بہت ساری تعریفات ذکر کی ہیں: العلم بالاحكام الشرعية عن ادلتها التفصيلية بالاستدلال[4] "احکام شرعیہ کا وہ علم جو تفصیلی دلائل کے ساتھ استدلال کرتے ہوئے حاصل کیا جائے فقہ کہلاتا ہے"۔ اسی طرح ایک تعریف یہ ذکر کی ہے: معرفة النفس مالها وما عليها عملا[5] "نفس کا عمل کے اعتبار سے ان چیزوں کو جان لینا جو اس کے لیے فائدہ مند ہیں یا نقصان دہ ہیں"۔ ایک تعریف یہ بھی ذکر کی ہے: اعتقا دالاحكام الشرعية الفرعية عن ادلتها التفصيلية[6] "احکام شرعیہ فرعیہ کا تفصیلی دلائل کے ساتھ اعتقاد کا نام فقہ ہے"۔ ان تمام تعریفات میں سے سب سے جامع تعریف پہلی ہے جس کو ان الفاظ کے ساتھ بھی ذکر کیا جاتا ہے: العلم بالاحكام الشرعية العملية المكتسب عن ادلتها التفصيلية [7]"احکام شرعیہ عملیہ کا وہ علم جسے ادلہ تفصیلہ کے ذریعے حاصل کیا جائے فقہ کہلاتا ہے"۔ اب تک کی بحث کا خلاصہ یہ ہوا کہ فقہ کی بہت ساری تعریفات منقول ہیں، ان تمام میں سے جامع اور تمام کا ملخص یہ ہے کہ احکام شرعیہ عملیہ کا وہ علم جسے ادلہ تفصیلیہ سے حاصل کیا جائے۔ فقہ کی لغوی و اصطلاحی تعریف جان لینے کے بعد ذیل کی سطور میں مولانا خلیل احمد سہارن پوری کے اسلوب کو بالتفصیل ذکر کیا جاتا ہے:

مذہب احناف کا حدیث اور فقہاء کے قواعد سے ثبوت

مولانا سہارنپوری کبھی کبھی حدیث کے ظاہر سے ہی احناف کے مذہب کو ثابت کرتے ہیں، اس سلسلے میں فقہائے کرام کے مسلمہ قواعد سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ جیسا کہ کتاب الطہارۃ کے باب کراھیۃ استقبال القبلۃ عند قضاء الحاجۃ میں اس کی ایک مثال ملتی ہے اس باب کے ضمن میں مولانا سہارنپوری نے ایک مختلف فیہ مسئلہ کو بیان کر کے مذہب احناف کو حدیثِ باب سے ثابت کیا ہے۔ چنانچہ ترجمۃ الباب کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''استقبال قبلہ سے مراد قبلہ کی طرف چہرے کا ہونا یا اس کی طرف متوجہ ہونا ہے، جس طرح نماز کے اندر قبلہ کی طرف رخ کرنے کا حکم ہے اس کی تعظیم اور احترام کی خاطر، بالکل اسی طرح قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے اور وجہ یہاں بھی احترام و حرمت ہے''[8]۔

استنجاء بالاحجار

قضائے حاجت کرتے وقت استقبال قبلہ (قبلہ کی طرف منہ کرنا) یا استدبار (قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا) قبلہ جائز ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں مذاہب کی تفصیل بیان کرتے ہوئے مولانا سہارنپوری لکھتے ہیں: واختلف العلماء فی ذلک علی اقوال و مذاہب ، قال العینی فی شرح البخاری: ثم اعلم ان حاصل ماللعلماء فی ذلک اربعة مذاہب ،احدھا: المنع المطلق وقد ذکرناہ،الثانی: الجواز مطلقا،الثالث: انہ لا یجوز الاستقبال فی الابنیة والصحراء ویجوز الاستدبار فیھما وھو احدی الروایتین عن ابی حنیفة رحمه الله،الرابع : انه یحرم الاستقبال والاستدبارفی الصحراء دون البنیان،وبه قال مالک و الشافعی واسحاق و احمدفی روایة [9] "اس حوالے سے فقہائے کرام کے کل چار طرح کے مذاہب ہیں، ان مذاہب کی تفصیل علامہ عینی نے اپنی شرح بخاری میں بیان کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ قضائے حاجت کرتے وقت استقبال واستدبار قبلہ کے حوالے سے کل چار مذاہب ہیں۔ پہلا مذہب مطلق عدم جواز کا ہے۔ یعنی ایسا کرنا بالکل جائز نہیں ہے۔ دوسرا مذہب مطلق جواز کا ہے ، کہ ایسا کرنا بغیر کسی قید اور شرط کے جائز ہے۔ تیسرا مذہب یہ ہے کہ استقبال قبلہ تو جائز ہے چاہے صحراء میں ہو یا گنجان علاقہ میں۔ اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ سے منقول دو روایات میں سے ایک ہے۔ اور چوتھا مذہب یہ ہے کہ استقبال واستدبار صحراء میں تو جائز ہے لیکن بنیان میں جائز نہیں، اور یہی مذہب ہے امام مالک، امام شافعی، اسحاق اور امام احمد بن حنبل سے منقول دو روایات میں سے ایک روایت ہے۔" لیکن یہ بات یاد رہے کہ امام ابو حنیفہ کا صحیح مذہب یہ ہے کہ استقبال واستدبار قبلہ بالکل ناجائز ہے چاہے صحراء ہو یا گنجان آباد علاقہ ہو۔ جس کی وضاحت چند صفحات کے بعد تشریح حدیث کے دوران مولانا سہارنپوری نے کی ہے، وہ حدیث یہ ہے: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ، عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ بِمَنْزِلَةِ الْوَالِدِ، أُعَلِّمُكُمْ فَإِذَا أَتَى أَحَدُكُمُ الْغَائِطَ فَلَا يَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ، وَلَا يَسْتَدْبِرْهَا وَلَا يَسْتَطِبْ بِيَمِينِهِ، وَكَانَ يَأْمُرُ بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ، وَيَنْهَى عَنِ الرَّوْثِ وَالرِّمَّةِ [10] "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تو تمہارے لیے ایک باپ کی طرح ہوں، باپ کی طرح تمہاری تربیت کرتا ہوں، لہذا جب تم میں سے کوئی شخص قضائے حاجت کے لیے جائے تو اسے چاہیے کہ نہ تو قبلہ کی طرف منہ کرے اور نہ ہی پیٹھ، اور نہ ہی دائیں ہاتھ سے استنجاء کرے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ تین پتھروں کے ساتھ استنجاء کرنے کا حکم فرمایا کرتے تھے، لید و گوبر اور ہڈی سے استنجاء کرنے سے بھی منع فرمایا کرتے تھے۔" اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے مولانا سہارنپوری لکھتے ہیں: قال العینی: احتج ابو حنیفة رحمه الله بھذا الحدیث علی عدم جواز استقبال القبلة و استدبارھا بالبول والغائط ،سواء کا ن فی الصحراء او فی البنیان ،اخذا فی ذلک بعموم الحدیث [11] "علامہ عینی فرماتے ہیں کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس حدیث کے ظاہر سے استدلال کرتے ہوئے قضائے حاجت کے دوران استقبال و استدبار قبلہ دونوں کو ممنوع قرار دیا ہے، چاہے صحراء ہو یا گنجان آباد علاقہ۔" اس کے بعد امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے منقول ایک اور روایت کا ذکر کرتے ہوئے مولانا سہارنپوری لکھتے ہیں: والروایة الثانیة عن الاما م الاعظم رحمه الله تعالیٰ ان الاستدبار غیر منھی عنھا لحدیث ابن عمر الا تی قریبا قال: لقد ارتقیت علی ظھر البیت فرایت رسول الله ﷺ علی لبنتین مستقبل بیت المقدس لحاجته [12] "امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے اس سلسلے میں دوسری روایت بھی منقول ہے وہ یہ کہ استدبار قبلہ کی ممانعت تو نہیں ہے البتہ استقبال قبلہ کی اجازت نہیں۔"

حدیث کی تائید کے بعد فقہاء کے قواعد سے استدلال، فقیہانہ اسلوب

امام ابو حنیفہ کے مذہب اول کی تائید کے لیے فقہاء کے قواعد سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں: قال الحلبی فی شرحه الكبير على المنية : والصحيح الاول ،لانه اذا تعارض قوله عليه السلام وفعله رجح القول،لان الفعل يحتمل الخصوص والعذر وغير ذلک ،وكذلک اذا تعارض المحرم والمبيح رجح المحرم [13]"علامہ حلبی نے اپنی کتاب الکبیر علی المنیۃ میں لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مذکورہ دونوں مذاہب میں سے راجح مذہب پہلا ہے ،یعنی استقبال و استدبار قبلہ دونوں کی ممانعت، اس لیے کہ فقہاء کا قاعدہ ہے کہ جب نبی علیہ السلام کے قول و فعل میں تعارض ہو جائے تو قول کو ترجیح دی جاتی ہے، کیونکہ فعل رسول ﷺ میں اس بات کا احتمال موجود ہے کہ وہ ان کے ساتھ خاص ہو، اسی طرح فقہاء کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ جب محرم اور مبیح میں تعارض ہو جائے تو محرم کو ہی ترجیح دی جاتی ہے"۔ مذکورہ مسئلہ میں بھی نبی کریم ﷺ کے فعل سے تو جواز معلوم ہو رہا ہے جب کہ قول سے ممانعت، تو تعارض کی صورت میں قول رسول ﷺ کو ہی ترجیح ہو گی۔

مذہب احناف کا سنن ابو داؤد کے علاوہ دیگر کتب حدیث کی احادیث سے ثبوت

بعض اوقات سنن ابو داؤد کی کوئی روایت مذہب احناف کے بظاہر معارض ہوتی ہے، مولانا سہارنپوری اپنے مذہب کی تائید کے لیے دیگر کتب احادیث سے احادیث پیش کرتے ہیں، اس صورت میں فریق مخالف کے دلائل کو بھی بڑی خوش دلی سے قبول کرتے ہیں، اور تعصب سے احتراز کرتے ہیں۔ اس کی مثال کتاب الطہارۃ کے باب فی السواک میں ملتی ہے، جسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے:حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، يَرْفَعُهُ، قَالَ: «لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ، لَأَمَرْتُهُمْ بِتَأْخِيرِ الْعِشَاءِ، وَبِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ [14]"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر مجھے ایمان والوں پر مشقت کا ڈر نہ ہوتا تو میں نماز عشاء کی تاخیر اور ہر نماز پر مسواک کو لازمی قرار دیتا۔" اس حدیث کے ضمن میں مولانا سہارنپوری نے دو مسائل کی بحث کی ہے۔ پہلا مسئلہ یہ ہے مسواک کرنا نبی کریم ﷺ پر فرض تھا یا مستحب؟ اور دوسرا مسئلہ یہ کہ امت کے لیے مسواک کی کیا حیثیت ہے؟ واجب ہے یا مستحب؟ پھر اگر مستحب ہے تو وضو کرنے سے پہلے کرنا چاہیے یا نماز سے پہلے؟۔

نبی کریم ﷺ کے لیے مسواک کا حکم

نبی کریم ﷺ کے لیے مسواک کا کیا حکم تھا، واجب تھا یا مستحب؟ اس حوالے سے مولانا سہارنپوری لکھتے ہیں: فعلم بذلک ان السواک لكل صلاة كان واجباعليه ،دون امته،ثم هم بايجابه ﷺعليهم ،وراى المشقة لضعفهم وعجزهم فقال: لولا خوف المشقة لاوجبت عليهم السواک فلفظة لولا لامتناع الثانی لوجود الاول ،فاذا وجبت وجود الاول ،وهو خوف المشقة ماهنا ثبت امتناع الثانی،وهو وجوب السواک،فبقی السواک علی ندبته فهذا يرد مذہب الظاہرية القائلين بالوجوب [15]"اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ پر ہر نماز سے پہلے مسواک کرنا واجب تھا، لیکن آپ ﷺ کی امت پر یہ حکم نہیں، پھر نبی علیہ السلام نے ارادہ فرمایا کہ امت پر بھی واجب قرار دیں لیکن جب ان کے ضعف اور عجز کا مشاہدہ فرمایا اور دوسری طرف اس مشقت کو دیکھا تو فرمایا اگر مجھے اپنی امت پر مشقت کا خوف نہ ہوتا تو میں ان پر مسواک کو واجب قرار دیتا۔ لفظ "لولا" امتناع ثانی بوجہ وجود اول کے لیے آتا ہے، پس جب پہلی چیز واجب ہو گئی اور وہ امت پر مشقت کا خوف ہے، تو دوسری چیز کا امتناع خود بخود ثابت ہو گیا اور وہ مسواک کا

وجوب ہے، لہذا مسواک کرنا مستحب ہے، اسی تقریر سے اصحاب ظواہر پر بھی رد ہو گیا کیونکہ وہ اسی حدیث کی بناء پر مسواک کو واجب قرار دیتے ہیں۔"

امتِ محمدیہ کے لیے مسواک کا حکم

مذکورہ حدیث کے ضمن میں جو دوسرا مسئلہ ذکر کیا گیا ہے وہ امت کے لیے مسواک کا حکم ہے۔ ما قبل کی بحث سے اتنی بات تو معلوم ہو چکی ہے کہ مسواک کا وجوب صرف اور صرف نبی علیہ السلام کے لیے تھا، امت کے لیے مستحب ہے، لیکن کس وقت کرنا مستحب ہے؟ وضو کے وقت یا نماز کے وقت؟ اس بارے احناف اور شوافع کا اختلاف ہے، احناف کے نزدیک وضو کے وقت کرنا چاہیے، جب کہ شوافع کے نزدیک نماز کے وقت کرنا چاہیے۔ اس مقام پر مولانا سہارنپوری نے جو منہج اپنایا ہے وہ سابقہ منہج سے ذرا مختلف ہے، کیونکہ عام طور پر اس طرح کے مقامات پر سب سے پہلے فریق مخالف کا مذہب ذکر کرتے ہیں اور آخر میں اپنا مذہب ذکر کر کے دلائل سے اسے ثابت کرتے ہیں، جب کہ یہاں پر اپنا مذہب پہلے ذکر کیا ہے اور ساتھ ہی اس کی دلیل بھی پیش کر دی ہے، بعد میں امام شافعی کا مذہب ذکر کر کے ان کی دلیل ذکر کی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: واما الاستحبا ب ،فاختلف فيه هل هو عند الصلاة او عند الوضوء؟فاكثر الحنفية قائلون باستحباب السواك عند كل وضوء ،لما روى ابن خزيمة فى صحيحه والحاكم وقال : صحيح الاسناد،والبخارى تعليقا فى كتاب الصوم عن ابى ہريرة رضى الله عنه ان رسول الله ﷺ قال: لولا ان اشق على امتى لامرتهم بالسواك عند كل وضوء ،الخبر احمد وغيره: لولا ان اشق على امتى لامرتهم بالسواك عند كل طهور[16] "رہا مسواک کے استحباب کا مسئلہ، تو اس کے وقت میں اختلاف ہوا ہے کہ آیا وضو کے وقت مستحب ہے یا نماز کے وقت؟ اکثر احناف کا کہنا یہ ہے ہر وضو کے وقت مسواک کرنی چاہیے، اس کی دلیل ابن خزیمہ کی وہ روایت ہے جسے انہوں نے اپنی صحیح میں اور امام حاکم نے اپنی کتاب میں ذکر کی ہے اور ساتھ یہ بھی بتایا ہے کہ اس روایت کی سند بھی صحیح ہے، اسی طرح اس روایت کو امام بخاری نے تعلیقاً اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے، جس کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں، نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اگر مجھے اپنی امت پر مشقت کا خوف نہ ہوتا تو میں انہیں حکم کرتا کہ وہ ہر وضو کے ساتھ مسواک کریں، البتہ امام احمد نے اپنی مسند میں جو روایت ذکر کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں: اگر مجھے اپنی امت پر مشقت کا ڈر نہ ہوتا تو میں انہیں حکم کرتا کہ ہر طہور یعنی وضو کے ساتھ مسواک کریں۔" احناف کے مسلک اور دلیل کو بیان کرنے کے بعد مولانا سہارنپوری نے امام شافعی کا مذہب ذکر کیا ہے ،لکھتے ہیں: والشافعية رحمهم الله يجمعون بين الحديثين بالسواك فى ابتداء كل منهما۔۔[17] "اصحاب شوافع نے مسواک کے حوالے سے وارد ہونے والی احادیث میں تطبیق دی ہے، کہ وضو کے وقت مسواک کرنے والی روایت ابتدائے زمانہ پر محمول ہے، جب کہ نماز کے وقت مسواک والی روایت بعد کے زمانے کی ہے۔ مولانا سہارنپوری فرماتے ہیں کہ ہمارے علماء احناف نے مسواک کو سنن صلاۃ میں شمار نہیں کیا، اس لیے کہ اگر مسواک کو سنن صلاۃ میں شمار کیا جائے تو ہو سکتا ہے کہ نماز سے پہلے مسواک کرنے سے مسوڑھوں سے خون نکل آئے جو کہ ہمارے نزدیک ناقض وضو ہے، اور بعض اوقات تو اس طرح مسواک کرنے سے انسان کو حرج لاحق ہو سکتا ہے۔ مزید بر آں جب ہم نبی ﷺ کا عمل مبارک دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی بھی نماز کے وقت مسواک استعمال نہیں فرمائی، لہذا لا محالہ سنن ابو داؤد کی مذکورہ روایت، جس میں "عند كل صلاة" کے الفاظ مذکور ہیں، کو "عند كل وضو" پر ہی محمول کرنا ہو گا۔

دفاع مذہب احناف میں علمی وسعت ظرفی

اس ساری تفصیل کو ذکر کرنے کے بعد مولانا سہارنپوری نے انصاف کے دامن کو نہیں چھوڑا، بلکہ اپنی علمی وسعت ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے علمائے احناف کی طرف سے پیش کی گئی تعلیلات کو خود ہی رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:نعم ما ذکر فی بعض الکتب من تصریح الکراھة معللا بانه قد یخرج الدم فینقض الوضوء ،لیس له وجه ،فان النصوص محمولة علی ظواهرها اذا امکن،وقد امکن هاهنا،فلا مساغ اذًا علی الحمل علی المجاز،او تقدیر مضاف [18]"نماز کے وقت مسواک کرنے کے بارے میں احناف کی اکثر کتب میں اس بات کی تصریح ملتی ہے کہ وہ اسے اس لیے نہیں مستحب قرار دیتے کہ خون نکلنے کا خطرہ ہوتا ہے جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے،ان تعلیلات کی کوئی اصل نہیں، کیونکہ قاعدہ ہے نصوص کو ان کے ظاہر پر ہی محمول کیا جاتا ہے جب تک ممکن ہو،اور یہاں بھی اس کے ظاہر پر عمل کرنا ممکن ہے(کہ نماز کے وقت مسواک کی جاسکتی ہے)اس لیے صریح روایت کو مجاز پر محمول کرنا یا کسی مضاف کو مقدر مان کر اسے اپنے مسلک پر منطبق کرنا درست معلوم نہیں ہوتا۔"مولانا سہارنپوری نے دیگر احناف سے ہٹ کر وسعت ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہ صرف فریق مخالف کی دلیل کو کھلے دل سے تسلیم کیا ہے بلکہ فقہاء کے اصول کو ذکر کرکے یہ واضح کیا ہے کہ جب کوئی نص بالکل واضح ہو تو اس میں تاویل کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔اس کے بعد مولانا سہارنپوری خود احناف کی کتب کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہماری فقہ کی کتابوں میں نماز کے وقت مسواک کرنے کو بھی مستحب قرار دیا گیا ہے،جب معاملہ اس طرح ہے تو پھر صریح اور واضح نصوص میں کیونکر تاویل کی جائے؟مولانا لکھتے ہیں: کیف وقد ذکر استحباب السواک عند نفس الصلاة فی بعض کتب الفروع المعتبرة،قال فی التتارخانیة نقلا عن التتمة : ویستحب السواک عندنا عند کل صلاة ووضوء وکل شیء یغیر الفم ،وعند الیقظة،وقال ابن الهما م فی شرح الهدایة: ویستحب فی خمسة مواضع:اصفرار السن ،وتغیر الرائحة ،والقیام من النوم،والقیام الی الصلاة،وعند الوضوء،انتهی،علی القاری[19]"نماز کے وقت مسواک کرنے والی صریح روایت میں کیسے تاویل ہوسکتی ہے حالانکہ احناف کی بعض معتبر کتب ِ فقہ میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ وہ بھی نماز کے وقت مسواک کرنے کو مستحب گردانتے ہیں،جیسا کہ تتارخانیہ میں تتمہ سے نقل کرتے ہوئے لکھا گیا ہے کہ مسواک کرنا وضو کے وقت بھی مستحب ہے اور نماز کے وقت بھی،اسی طرح سوکر اٹھنے کے وقت بھی اور منہ کے رائحہ کریہہ کو زائل کرنے کے لیے بھی۔اسی طرح محقق ابن الھمام نے شرح ھدایہ میں لکھا ہے کہ پانچ جگہ مسواک کرنا مستحب ہے: دانتوں کے پیلا ہونے کے وقت،منہ کی بدبو کو زائل کرنے کے لیے،نیند سے بیدار ہونے کے بعد،نماز پڑھنے سے قبل اور وضو کے وقت۔"مولانا سہارنپوری نے اس جگہ "علی القاری" کہہ کر اپنی عبارت کا بھی حوالہ دے دیا ہے کہ میں نے جو عبارت نقل کی ہے اسے ملا علی قاری نے مرقاة المفاتیح میں ذکر کیا ہے۔

مسئلہ "محاذات مراۃ" میں مولانا سہارنپوری کا فقیہانہ، محدثانہ اور ناقدانہ منہج

مسئلہ "محاذات مراۃ" کا شمار بھی معرکۃ الآراء مسائل میں ہوتا ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ اتنی بات پر تو فقہاء میں اتفاق ہے کہ اگر کوئی مرد امامت کروائے اور کوئی عورت بھی اس کی اقتداء کر رہی ہو،اور وہ مردوں کی صف سے پیچھے کھڑی ہو تو سب کی نماز ہوجائے گی،اختلاف اس صورت میں ہوا ہے کہ جب مقتدیہ عورت امام کے برابر ہو جائے یا امام سے آگے بڑھ جائے تو کیا نماز ہوجائے گی یا نہیں؟اگر نماز نہیں ہوگی تو کس کی نہیں ہوگی؟عورت کی یا مرد کی؟اس بارے جمہور فقہائے کرام اور احناف کا اختلاف ہے،جمہور حضرات کے نزدیک دونوں کی نماز ہوجائے گی،کسی کی نماز باطل نہیں ہوگی،نہ مرد کی اور نہ ہی عورت کی ۔جب کہ احناف کا کہنا یہ ہے کہ قیاس تو اسی بات کا تقاضا کرتا ہے کہ نماز باطل نہیں ہونی چاہیے،البتہ استحسان کی رو سے اگر امام نے عورت کی امامت کی نیت کی ہو تو امام کی نماز باطل ہوجائے گی وگرنہ عورت کی نماز باطل ہوگی۔مولانا سہارنپوری نے اس

بحث کو اس حدیث کے ضمن میں بیان کیا ہے جس کو امام ابو داؤد نے کتاب الصلاۃ کے باب الامام یصلی من قعود میں ذکر کیا ہے: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُخْتَارِ، عَنْ مُوسَى بْنِ أَنَسٍ يُحَدِّثُ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّهُ وَامْرَأَةً مِنْهُمْ، فَجَعَلَهُ عَنْ يَمِينِهِ وَالْمَرْأَةَ خَلْفَ ذَلِكَ[20] "حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی، اس حال میں کہ ایک عورت بھی ان میں شامل تھی، آپ ﷺ نے عورت کو مرد کے پیچھے کر دیا اور مرد کو اپنے دائیں جانب کھڑا کیا"۔ اس حدیث کی تشریح میں مولانا سہارنپوری لکھتے ہیں: وفي هذ ا الحديث دلالة على انه اذا قامت مع القوم امراة فعليها ان تقوم خلف الرجل، ولاتصف معهم بحذائهم ولا قدامهم، وهذ امتفق عليه[21] "یہ حدیث اس بات پر واضح دلیل ہے کہ اگر کوئی عورت مردوں کے ساتھ آکر نماز میں شریک ہو جائے تو اسے چاہیے کہ مردوں کے پیچھے کھڑی ہو، نہ تو ان کے بالکل برابر اور نہ ان سے آگے کھڑی ہو، اور اتنی بات پر سب کا اتفاق ہے"۔

مسئلہ محاذات میں تنقیح اختلاف

مولانا سہارنپوری اس مسئلہ کی اختلافی نوعیت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: واختلف فيما اذا حاذت الرجال او تقدمت، فعند الجمہور تجوز صلاتهم و صلاتها، ولا تفسد صلاة احدمنهم، وهكذا عند الحنفية في حكم القياس، وفي حكم الاستحسان تفسد صلاته ان نوىٰ الامام امامتها، والا فتفسد صلاتها[22] "اس بارے جمہور فقہائے کرام اور احناف کا اختلاف ہے، جمہور حضرات کے نزدیک دونوں کی نماز ہو جائے گی، کسی کی نماز باطل نہیں ہو گی، نہ مرد کی اور نہ ہی عورت کی۔ جب کہ احناف کا کہنا یہ ہے کہ قیاس تو اسی بات کا تقاضا کرتا ہے کہ نماز باطل نہیں ہونی چاہیے، البتہ استحسان کی رو سے اگر امام نے عورت کی امامت کی نیت کی ہو تو امام کی نماز باطل ہو جائے گی و گرنہ عورت کی نماز باطل ہو گی۔"

مولانا سہارنپوری کا مذہب احناف کے دفاع میں محدثانہ اسلوب

مولانا سہارنپوری نے مذکورہ مسئلہ میں صرف احناف کے دلائل کے ذکر پر ہی اکتفا کیا ہے، فریقِ مخالف کے دلائل سے تعرض نہیں کیا، اپنے دلائل کے ذکر کرنے میں منہج محدثانہ اختیار کیا ہے، کہ احادیث کے ذکر کے بعد ان کے صحیح اور موقوف وغیرہ ہونے کی بھی وضاحت کی ہے، لکھتے ہیں: واستدلوا عليها بان الرجال مامورون بالتقدم عليهن، كما روى عن ابن مسعود موقوفا، وهو في حكم المرفوع، لانه لا دخل للقياس فيه: اخروهن من حيث اخرهن الله، فصار تاركا لفرض المقام، ولحديث انس انه صف هو واليتيم وراء النبى ﷺ والعجوز من ورائهما، ولولا ان المحاذاة مفسدة لما تاخرت العجوز عنهما۔۔[23] جن حضرات کے نزدیک محاذات مراۃ سے نماز ٹوٹ جاتی ہے انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک موقوف روایت سے استدلال کیا ہے جو کہ حقیقت میں حدیث مرفوع کے حکم میں ہے، کیونکہ اس میں قیاس کو کوئی دخل نہیں، وہ حدیث یہ ہے کہ ان عورتوں کو نماز کی صفوں میں بھی پیچھے ہی کھڑا کیا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بھی تو ان کو مردوں سے (مقام و مرتبے میں) پیچھے رکھا ہے، (حدیث میں چونکہ امر کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے اس لیے معلوم یہ ہوا کہ مردوں پر واجب ہے کہ عورتوں کی صفوں کو پیچھے رکھیں) اس لیے اگر کسی مرد امام نے عورت کی صف کو پیچھے نہ رکھا، اور وہ مرد کے بالکل محاذات میں آکر کھڑی ہو گئی تو اس سے اس مرد کی نماز باطل ہو جائے گی وجہ یہ ہے کہ اس مرد نے ایک فرض چیز کو چھوڑا ہے۔ اسی طرح اس سلسلے میں احناف کی دوسری دلیل حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی وہ روایت ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ انہیں نماز پڑھائی اور یتیم بھی

ساتھ تھے اور ساتھ میں ایک بڑھیا عورت بھی تھی، تو آپ ﷺ نے مجھے اور یتیم کو ایک صف میں کھڑا کیا اور اس بڑھیا کو دوسری صف میں۔ اس حدیث سے بھی پتہ چلتا ہے کہ اگر محاذات کی وجہ سے نماز نہ ٹوٹتی تو نبی ﷺ کبھی بھی اس بڑھیا عورت کو پیچھے والی صف میں نہ کھڑا کرتے۔ کیونکہ اکیلے شخص کے کسی صف میں کھڑا ہونے سے یا تو نماز ہی فاسد ہو جاتی ہے، جیسا کہ امام احمد بن حنبل کا مذہب ہے، اور اگر فاسد نہ ہو تو کم از کم مکروہ ضرور ہے۔

اس ساری بحث کو ذکر کرنے کے بعد مولانا سہارنپوری نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کو سند، مصدر (اس کے حوالہ) اور حکم کے ساتھ ذکر کیا ہے، لکھتے ہیں: والحدیث موقوف رواہ الطبرانی : حدثنا اسحاق بن ابراہیم عن عبد الرزاق عن الثوری عن الاعمش عن ابراہیم عن ابی معمر عن ابن مسعود ،وفیہ : کان ابن مسعود یقول: اخروھن کما اخرھن اللہ ،وقال تقی الدین بن دقیق العید: انہ حدیث صحیح [24]" حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث موقوف ہے، اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے: ان عورتوں کو تم نماز کی صفوں میں بھی موخر رکھا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو (مقام و مرتبہ کے اعتبار سے) مردوں سے موخر رکھا ہے، علامہ تقی الدین بن دقیق العید نے اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے"۔ مولانا سہارنپوری کے اس اسلوب سے قاری پر یہ بات واضح ہوتی ہے کہ احناف کی پیش کردہ دلیل اگرچہ بظاہر موقوف ہے لیکن حقیقت میں مرفوع کے حکم میں ہے اور اس کی سند بھی بالکل صحیح ہے، اس لیے استدلال کرنا درست ہے۔

مسئلہ مذکورہ میں مولانا سہارنپوری کا فقیہانہ اور ناقدانہ اسلوب

مسئلہ مذکورہ میں حافظ ابن حجر نے احناف کے مذہب پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ دورانِ نماز عورت اگر مرد کے محاذات میں ہو جائے تو اس سے مرد کی نماز تو باطل ہو اور عورت کی نماز باطل نہ ہو، یہ بڑی عجیب بات ہے۔ حافظ ابن حجر کی طرف سے کیے گئے اس اعتراض کی تفصیلات ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وتعقب الحافظ فی الفتح علی قول الحنفیۃ ،وقال : وعن الحنفیۃ تفسد صلاۃ الرجل دون المراۃ ،وھو عجیب [25] "دورانِ نماز عورت اگر مرد کے محاذات میں ہو جائے تو اس سے مرد کی نماز تو باطل ہو اور عورت کی نماز باطل نہ ہو، یہ بڑی عجیب بات ہے۔" مولانا سہارنپوری نے حافظ ابن حجر کے اعتراض کو ذکر کرنے کے بعد اس کا جواب بھی دیا ہے اور پھر ان کی بات پر فقیہانہ رد بھی کیا ہے، لکھتے ہیں: وفی توجیھہ تعسف حیث قال قائلھم:دلیلہ قول ابن مسعود : اخروھن من حیث اخرھن اللہ ،والامر للوجوب،وحیث ،ظرف مکان ،ولامکان یجب تاخرھن فیہ الامکان الصلاۃ ،فاذا حاذت الرجل فسدت صلاۃ الرجل ،لانہ ترک ما امر بہ من تاخیرھا ،وحکایۃ عن ھذا تعنی عن التکلف جوابہ ،واللہ المستعان [26] "حافظ ابن حجر کی طرف سے جو اعتراض کیا گیا ہے اس پر بہت افسوس ہے کہ اتنا بڑا آدمی ایسی بات کہہ جائے جو ان کے مرتبہ علمی کے مناسب نہ ہو۔ احناف نے جو مسلک اختیار کیا ہے اس کی ان کے پاس ایک بہت بڑی دلیل ہے جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عورتوں کی صفوں کو نماز کی حالت میں مردوں کی صفوں سے پیچھے بنایا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے مرتبہ کو مردوں کے لحاظ سے پیچھے رکھا ہے، مذکورہ حدیث میں چونکہ "اخروھن" امر کا صیغہ ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے اس لیے مردوں پر واجب ہے کہ اگر عورتیں امام کے ساتھ آکر نماز میں شامل ہوں تو ان کی صفیں مردوں کے صفوں سے موخر ہونی چاہییں، اور دوسری دلیل اسی حدیث کا لفظ "حیث" ہے، کہ حیث ظرف مکان کے لیے آتا ہے، مطلب یہ کہ عورتوں کو مکان کے اعتبار سے مردوں سے موخر کیا جائے، اور مکان کے اعتبار سے موخر کرنا تو نماز کی حالت ہی پر موقوف ہے، اس کے علاوہ اور کوئی حالت مراد نہیں لی جا سکتی۔ لہذا اگر کوئی عورت نماز کی حالت میں کسی مرد

کے قریب آکر کھڑی ہو گئی تو مرد کی نماز اس لیے باطل ہو گی کہ اس مرد نے ایک واجب کو چھوڑا ہے۔ اور وہ واجب عورت کو موخر کرنا تھا۔ مولانا سہارنپوری نے حافظ ابن حجر کے اس اعتراض کے جواب کے لیے علامہ عینی کے قول کو بھی ذکر کیا ہے جو انہوں نے عمدۃ القاری میں لکھا ہے، فرماتے ہیں: واجاب عنه العلامة العينى ،وقال : قلت : هذا القائل لو ادرک دقة ما قاله الحنفية ماهنا ما قال : وهو عجيب،وتوجيهه ما ذكرنا ،وليس فيه تعسف ،والتعسف على الذى لا يفهم كلام القوم[27]"علامہ عینی نے کہا ہے کہ دراصل اعتراض کرنے والا حنفیہ کا استدلال سمجھ ہی نہیں سکا اگر اسے اس استدلال کی گہرائی کا علم ہو جاتا تو وہ اعتراض ہی نہ کرتا اور نہ ہی یہ کہتا کہ یہ مذہب بڑا عجیب ہے، لہذا مذہب احناف پر افسوس نہیں کرنا چاہیے بلکہ اس پر افسوس کرنے کی ضرورت ہے جو بات کو صحیح سمجھ نہیں سکا۔"

حافظ ابن حجر کا مذہب احناف پر نقد

محاذات مراۃ کے مسئلہ میں حنفیہ کے مذہب پر اعتراض کرتے ہوئے حافظ ابن حجر نے متفق علیہ مسائل کو بطور قیاس کے ذکر کیا ہے، چنانچہ مولانا سہارنپوری حافظ ابن حجر کے اس استدلال کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:ثم استدل الحافظ ابن حجر على قوله المتقدم بانه قد ثبت النهى عن الصلاة فى الثوب المغصوب ،وامر لابسه ان ينزعه ،فلو خالف فصلى فيه ولم ينزعه اثم واجزاته صلاته فلم لا يقال فى الرجل الذى حاذته المراة ذلک ؟ واوضح منه لوكان لباب المسجد صفة مملوكة فصلى فيها شخص بغيراذنه مع اقتداره على ان ينتقل عنها الى ارض المسجد بخطوة واحدة صحت صلاته واثم ،وكذلک الرجل مع المراة التى حاذته ولا سيما ان جآء ت بعد ان دخل فى الصلاة فصلت بجنبه[28]"حافظ ابن حجر نے اپنے سابقہ قول کو ثابت کرنے کے لیے دو فقہی مسائل کا سہارا لیتے ہوئے ان کو بطور استدلال کے پیش کیا ہے، پہلا مسئلہ تو یہ ہے کہ آپ کے نزدیک بھی یہ بات مسلم ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کے کپڑے غصب کر لے تو اسے اتارنے کا حکم دیا جائے گا، اگر اس نے کپڑے نہ اتارے اور انہیں میں نماز پڑھ لی تو آپ کے نزدیک بھی اس کی نماز تو ہو جائے گی لیکن گناہ گار ہو گا۔ دیکھئے اس مسئلہ میں جب آپ کہہ رہے ہیں کہ اس کی نماز ہو گئی، تو محاذات مراۃ کی صورت میں آپ نے کیسے کہہ دیا کہ نماز نہیں ہو گی؟ دوسرا مسئلہ اس سے بھی زیادہ واضح ہے وہ یہ آپ کے ہاں بھی یہ بات مسلم ہے کہ اگر مسجد کے دروازے کے پاس کسی شخص کی جگہ ہو اور کوئی آدمی مالک کی اجازت کے بغیر اس کی جگہ پر نماز پڑھ لے، باوجود اس کے وہ اس بات پر بھی قدرت رکھتا تھا کہ وہ چند قدم اور چلتا اور مسجد میں آکر نماز پڑھ لیتا ،اس نے ایسا نہیں کیا اور وہیں نماز پڑھ لی اور وہ بھی اس زمین کے مالک کی اجازت کے بغیر، تو آپ کے نزدیک بھی اس کی نماز ہو جاتی ہے لیکن ایسا کرنے والا گناہ گار ہو گا۔ لیکن محاذات مراۃ کے مسئلہ میں یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے کہ آپ کے ہاں مرد کی نماز باطل ہو جاتی ہے؟ اور بالخصوص اس وقت جب کہ مرد نماز شروع کر چکا ہو اور عورت بعد میں آکر شریک ہو اور وہ مرد کے محاذات میں آجائے، یہ بات تو بہت ہی عجیب ہے۔" مولانا سہارنپوری کی طرف سے حافظ ابن حجر کی پیش کردہ توجیہات پر" وهذا عجيب من مثل العلامة ابن حجر" کہہ کر فقیہانہ اسلوب سے رد مولانا سہارنپوری نے حافظ ابن حجر کے ان اعتراضات کو ہاتھوں ہاتھ لیا ہے اور کہا ہے کہ حافظ ابن حجر جیسی شخصیت سے اس طرح کا استدلال زیب نہیں دیتا، چنانچہ لکھتے ہیں:قلت : وهذا عجيب من مثل العلامة ابن حجر ،فان الافعال التى امر بها او نهى عنها ،اما ان يكون من الاركان والشروط او الموانع او لا ،فعلى التقدير الاول لو خالفها يكون مفسدا ،وعلى الثانى يكون مكروها ،ولا يجوز ان يقاس احدهما على الآخر ،مثاله ان الامام مامور بالتقدم ،فلوتاخر عن المقتدى تفسد صلاة المقتدى ،ولايقال : كره له ذلک واجزاته صلاته ،واوضح من ذلک ان التكلم فى الصلاة

منهى عنه ،فلو تكلم احد متعمدا يحكم بفساد صلاته ،ولا يقال : انه مكروه وتجوز صلاته ،وامثلته كثيرة[29] میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر جیسی شخصیت کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ اس طرح کا قیاس کریں جو قیاس مع الفارق ہو، (گویا انہوں نے جو قیاس کیا ہے وہ درست ہی نہیں ہے) کیونکہ افعال دو طرح کے ہوتے ہیں یا تو کسی چیز کا حکم دیا گیا ہوگا یا منع کیا گیا ہوگا، یا ان کا تعلق ارکان و شرائط سے ہوگا یا موانع سے یا اس طرح نہیں ہوگا، پہلی تقدیر پر یعنی وہ فعل ارکان و شرائط سے تعلق رکھتا ہو، اگر نمازی اس کی مخالفت کرے گا تو اس کی نماز ہی فاسد ہو جائے گی، اور دوسرے قسم کے افعال میں مخالفت کرنے پر نماز مکروہ ہو گی۔ لہذا یہ دونوں افعال الگ الگ ہیں ان میں سے ایک کو دوسرے پر ہرگز قیاس نہ کرنا چاہیے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ امام کا مقام نماز کی حالت میں سب سے مقدم ہے، لہذا اگر کوئی امام اپنے مقتدی سے موخر ہو گیا تو مقتدی کی نماز ٹوٹ جائے گی، وہاں یہ نہیں کہا جائے گا کہ نماز تو ہو گئی البتہ مکروہ ہوئی۔ اس مسئلہ کی اس سے بھی زیادہ واضح مثال نماز میں کلام کرنے کی ہے کہ نماز میں ہر قسم کی کلام سے ممانعت کا حکم ہے لہذا اگر کوئی شخص دوران نماز جان بوجھ کر کسی سے کلام کر بیٹھا تو اس کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی، وہاں بھی یہ نہیں کہا جائے گا کہ نماز تو ہو گئی لیکن مکروہ ہوئی، اس طرح کی بہت ساری مثالیں کتب فقہ میں مل سکتی ہیں۔"

مقالہ نگار کی رائے

مذکورہ بحث سے مولانا سہارنپوری کی فقاہت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حافظ ابن حجر کی طرف سے پیش کیے گئے اعتراض اور پھر اس کی توضیح میں امثلہ فقہیہ سے استدلال کا جواب بھی اسی اسلوب میں دیا ہے جس اسلوب میں حافظ ابن حجر نے کلام کیا تھا، کہ حافظ ابن حجر نے دو مثالیں پیش کیں، اور ان میں جو اسلوب مد نظر رکھا بالکل وہی منہج جواب میں بھی اختیار کر کے سائل کو لا جواب کر دیا۔

خلاصہ بحث

شارحین حدیث کا طرز رہا ہے کہ جب وہ احادیث کی تشریح کرتے ہیں تو اس دوران ان سے مستنبط ہونے والے مسائل فقہیہ کو کبھی بسط و تفصیل کے ساتھ اور کبھی ایجاب و اختصار کے ساتھ ذکر کرتے ہیں، اس سلسلے میں شارحین حدیث کا ذوق مختلف رہا ہے۔ مولانا سہارنپوری نے شرح حدیث کے دوران مسائل فقہیہ کے بیان میں فقیہانہ، بلیغانہ، محدثانہ اور ناقدانہ منہج اپنایا ہے، کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا نے اپنے مذہب کے دلائل کو قدرے بسط و تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، پیش کردہ دلائل میں آنے والی روایات کا تتبع اور استقصاء کیا ہے، البتہ فریق مخالف کے جب دلائل ذکر کیے ہیں وہاں اس قدر تفصیل ان کے پیش نظر نہیں رہی، غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر جگہ ایک ہی منہج کو نہیں اپنایا گیا، بلکہ مختلف مناہج کے ساتھ مذاہب فقہیہ کا تذکرہ کیا گیا ہے، مقالہ نگار کی رائے کے مطابق شرح حدیث کے دوران مولانا سہارنپوری کے پیش نظر صرف مسئلہ فقہیہ کا ذکر ہی معلوم ہوتا ہے تاکہ قاری کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس حدیث سے کن کن فقہائے کرام نے کیا کیا مسائل اخذ کیے ہیں، ان کے مختصر دلائل کیا کیا ہیں، اور فریق مخالف کے دلائل کا جواب کیا ہے، اور بس۔ اس لیے موقع محل کی مناسبت سے جو بات انہیں زیادہ موزوں معلوم ہوئی اس کا تذکرہ پہلے کر دیا، یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ کبھی اپنے مذہب کی دلیل دینے سے قبل ہی فقہی نظیر پیش کر دیتے ہیں حالانکہ فقہائے کرام اس قسم کے دلائل کا تذکرہ سب سے آخر میں کرتے ہیں، جیسا کہ امام طحاوی وغیرہ کا منہج ہے، اسی طرح کچھ مقامات پر دلائل کا تذکرہ پہلے کر دیا گیا اور مذہب کا ذکر بعد میں کیا گیا، حالانکہ عام شارحین حدیث اور فقہائے کرام کا طریق کار یہ رہا ہے کہ فقہی احادیث میں سب سے پہلے ائمہ کے مذاہب بیان کرتے ہیں اور بعد میں ان کے دلائل، اس طریق کار میں قاری کو بہت سہولت رہتی ہے، مزید برآں مولانا سہارنپوری کے

مذکورہ بالا تمام اسالیب سے تعصب اور تشدد کی کوئی جھلک نہیں نظر آتی، جیسا کہ بعض شارحینِ حدیث کی شروحات میں اس کی بہت کثرت سے مثالیں ملتی ہیں۔

References

[1] Muḥammad Ibn Mukarram Ibn ʿAlī Ibn Manzūr al-Afrīqī, *Lisān al-ʻArab,* 13:522.
[2] Abū al-ĥussain Aĥmad Ibn Fāris Ibn Zakariyyā al-Qazwīnī, *Mu'jam Maqāyīs al-Lughah* (Beirut: Dār al- Fikr 1399), 4:422; Ibrāhīm Muṣṭafā Aĥmad al- Ziyyāt, Ḥāmid ʿAbd al-Qādir and Muĥammad al-Najjār, *Al-Mu'jam al-Wasīṭ* (Egypt: Dār al-Daʿwa)
[3] Muĥammad Rawās Qalʿjī and Ḥāmid Qanībī, *Mu'jam Lughah al-Fuqahā* (Amman: Dār al-Nafāis Ṭabāʿa wa al-Nashr wa al-Tawzīʿ, 1408), 1:348.
[4] Muĥammad Ibn ʿAlī Ibnn ʿAbdullah Shawkānī, *Irshād al-Faḥūl Min ʻIlm al-Uśul* (Beirūt: Dār al-Mʿārifah, 1399), 3.
[5] Shawkānī, Irshād al-Faḥūl, 3.
[6] Shawkānī, Irshād al-Faḥūl, 3.
[7] Muĥammad Abu Zuhair, *Uṣūl al-Fiqh* (Mecca, Al-Maktabah Al- Fayṣaliya, 1405), 19:24.
[8] Mawlānā Khalīl Aĥmad Sahāranpūrī, *Badhl al-Majhūd fī Sharḥ Sunan Abī Da'wūd* (Beirut: Dār al-Bashāir al-Islāmiya 1426), 1:181.
[9] Sahāranpūrī, *Badhl al-Majhūd,* 1:181.
[10] Abī Dawod al-Sijisānī, Sunan *Abī Dawūd:Kitāb al-Ṭahārah,* Ḥadīth no: 8.
[11] Sahāranpūrī, *Badhl al-Majhūd,* 1:19.
[12] Sahāranpūrī, *Badhl al-Majhūd,* 1:19.
[13] Sahāranpūrī, *Badhl al-Majhūd,* 1:19.
[14] Al-Sijistānī, *Sunan Abī Dawūd:Kitāb al-Ṭahārah,* Ḥadīth no: 46.
[15] Sahāranpūrī, *Badhl al-Majhūd,* 1:317.
[16] Sahāranpūrī, *Badhl al-Majhūd,* 317.
[17] Sahāranpūrī, *Badhl al-Majhūd,* 1:317.
[18] Sahāranpūrī, *Badhl al-Majhūd,* 1:3171.
[19] Sahāranpūrī, *Badhl al-Majhūd,* 1:318.
[20] Al-Sijistānī, *Sunan Abī Dawūd:Kitāb al-Ṭahārah,* Ḥadīth no: 607.
[21] Sahāranpūrī, *Badhl al-Majhūd,* 3:522.
[22] Sahāranpūrī, *Badhl al-Majhūd,* 3:522.
[23] Sahāranpūrī, *Badhl al-Majhūd,* 3:522.
[24] Sahāranpūrī, *Badhl al-Majhūd,* 3:523.
[25] Sahāranpūrī, *Badhl al-Majhūd,* 3:524.
[26] Sahāranpūrī, *Badhl al-Majhūd,* 3:524.
[27] Sahāranpūrī, *Badhl al-Majhūd,* 3:524.
[28] Sahāranpūrī, *Badhl al-Majhūd,* 3:524.
[29] Sahāranpūrī, *Badhl al-Majhūd,* 3:524.